السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک عورت بیوہ ہے اور اپنا نکاح کرانا چاہتی ہے۔ لیکن عورت مذکورہ کا باپ کچھ تو اس وجہ سے کہ حسب رواج جہالت قدیمہ بیوہ کے نکاح کو برا جانتا اور توہین سمجھتا ہے' دوسرے اس وجہ سے کہ وہ خود تو بدوین ہے توحید سنت والوں کو وہابی وغیرہ کہتا ہے' اور اس امر پر ہرگز راضی نہیں ہے کہ اس کی دختر ایسے آدمی سے نکاح کرے اور عورت مذکورہ بدعت شرک وغیرہ سے تائب ہوگئی ہے۔ اور نماز کی پابند ہے۔ اور یوں چاہتی ہے کہ کسی دین دار آدمی سے نکاح ہوجائے، تو اس صورت میں شریعت اسلام یہ اجازت دیتی ہے یا نہیں کہ عورت مذکورہ اپنی قرابت میں کسی اور آدمی کو اپنے نکاح کا ولی بنا کر کسی دین دار شخص سے اپنا نکاح پڑھوالے' اور باپ کے ڈر سے اعلان عام نہ ہوسکے' اور ایسے جلسے میں نکاح ہو جس میں ایک مرد حاضر ہو جو کہ بیوہ مذکورہ کا داماد بھی اور خالہ کا بیٹا بھی ہے' اور اسی کو عورت نے اپنے نکاح کا ولی بنایا اور قاضی بھی' اور دو عورتیں حاضر ہئں، تو ایسا نکاح شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حامداً ومصلیاان الحکم الااللہ۔ معلوم کرنا چاہیے کہ درصورت مذکورہ سوال شریعت اسلام اجازت دیتی ہے عورت مذکورہ اپنی قرابت مند سے ایک مرد صالح اپنے نکاح کا ولی بنا کر دین دار شخص سے اپنا نکاح پڑھوالے۔ اور ایسا نکاح جو سوال، ذکورہ ہے شرعاً صحیح وسنت ہے

تدصیل اس مسئلے کی یہ ہے: شرط اذن الولی فی لانکاح میں تین مذہب ہیں:

اول مذہب احناف کا ہے۔ مسلک ان کا یہ ہے کہ ولی کی صحت نکاح کےلیے شرط نہیں ہے' عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو' بلکہ عورت خود اپنا نکاح بلااذن ولی کرسکتی ہے۔ مگر یہ مسلک بالکل ضعیف ہے اور اسلہ صحیحہ اس کے خلاف پر قائم ہیں۔

دوسرا مسلک امام شافعی اور امام احمد اکثر محدثین ہے کہ اذن ولی صحت نکاح کےلیے شرط ہے۔ اور عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو عورت کو اختیار نہیں کہ بغیر ولایت کے اپنا نکاح کسی سے کرے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وانکحوا الایامی منکم۔" پس یہاں پر خطاب ہے اولیاء کو کہ تم بے خاوند والی عورتوں کو نکاح کردو۔

وعن ابی بردۃ بن ابی موسی عن ابیہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لانکاح الابولی رواہ الامام احمد واصحاب السنن الاربعۃ' وصححہ علی بن المدینی وعبدالرحمن بن مہدي والترمذي والبیھقی وغیر واحد من الحافظ الضیاء: رجالہ کلھم ثقات وقال الحاکم: وقد صحت الروایۃ فیہ عن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ وام سلمۃ وزینب بن جحش قال: وفی الباب عن علی ابن وابن عباس ثم سرد ثلاثین صحابیاء والحدیث دل علی انہ لایصلح النکاح الابولی کذافی سبل السلام شرح بلوغ المرام

مسلک سوم داود ظاہری کا ہے کہ عورت ثیبہ کےلیے شرط اذن ولی نہیں ہے' بلکہ ثیبہ خود بلااذن ولی کے نکاح کرسکتی ہے۔ اور باکرہ کا نکاح بغیر ولایت ولی کے جائز نہیں ہے اور اس کو کچھ اختیار نہیں۔ لحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الثیب احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستامر واذنہا سکوتہا رواہ مسلم۔وفی لفظ من روایۃ ابن عباس: لیس للولی مع الثیب امر' والیتیمۃ تستامر۔رواہ ابوداود والنسائیٔ' وصححہ ابن حبان۔

وقال النووي فی شرح مسلم: واختلف العلماء فی اشتراط الولی فہ صحۃ النکاح' فقال مالک والشافعی: یشترطلاً یصح النکاح الابولی فی ترویج البکر دون اللثیب' انتھی

اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے: ولایصلح النکاح عند الشافعی واحمد الابولی ذکر' وقال ابو حنیفۃ: للمرآۃ ان تزوج بنفسھا وقال راود: ان کانت بکرالم یصح نکاحھا بغیر اذن اپنے باپ کے جس سے چاہے نکاح کرے۔ اور بر مسلک ثانی کے بھی وہ عورت کسی کو اپنے نکاح کا ولی بنا کر نکاح کرسکتی ہے کیونکہ صور مذکورہ سوال سے ظاہر ہے کہ باپ اس کا فاسق ہے۔ اور ولی کا عادل ہونا امام شافعی وامام احمد کے نزدیک ضرور ہے، پس فاسق کی ولایت جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے باپ کی ولایت دوسری طرف منتقل ہوجائے گی۔ کتاب مسند الشافعی میں ہے: اخبرنا مسلم بن خالد وسعید عن عبداللہ بن عثمان بن خیثم عن سعید بن جبیر ومجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: لانکاح الابشاہدي عدل وولی مرشد انتھی

اور مغنی المحتاج شرح المنہاج للشیخ الخطیب الشربینی الشافعی میں ہے: ولاولایۃ لفاسق علی المذہب' بل تنتقل الولایۃ للابعد لحدیث "لانکاح الابولی مرشد" رواہ الشافعی فی مسندہ بسند صحیح' وقال الامام احمد: انہ اصح شئ فی الباب۔ ونقل عن الشافعی فی لبیوطی انہ قال: المراد بالمرشد فی الحدیث العدل' انتھی

اور کتاب کشاف شرح الاقناع للشیخ منصور بن ادریس الحنبلی میں ہے۔ ویشترط فی الوی سبعۃ شروط: احدہا حریتہ' والثانی ذکوریتہ' والثالث اتفاق دین۔والرابع بلوغ' والخامس عقل' والسادس عدالۃ لماروي عن ابن عباس: لانکاح الابشاہدي ہدل وولی مرشد۔قال احمد: اصح شئ فی ہذا قول ابن عباس۔وروي عنہ مرفوعاً: لانکاح الابولی وشاہدي عدل وایما امراۃ انلحہا ولی مسخوط علیہ فنکاحہا باطل' ولانہا ولایۃ نظریۃ فلایستبدل بہا الفاسق ولوکان الولی عدلا وظاہرا فیکفی مستور الحال لان اشتراطا العدالۃ ظاہرا ویا حرج ومشقۃ انتھی

اور ایسا ہی ہے کتاب شرح منتہی الارادات فی الفقہ الحنبلی میں

وفی سبل السلام : اخرج الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن عن ابن عباس بلفظ لانکاح الا بولی مرشد او سلطان انتہی

اور تلخیص الحبیر میں ہے : حدیث ابن عباس لانکاح الا بولی مرشد وشاہدي عدل "اخرجه الشافعي والبيهقي من طريق ابن خيثم عن سعيد بن جبير عنه موقوفاً وقال البيهقي من طريق ابن خيثم عن سعيد بن جبير عنه موقوفاً وقال البيهقي بعد ان رواده من طریق آخر عن ابن خیثم لبنده مرفوعا بلفظ : لانکاح الاباذن ولی مرشد وسلطان 'قال : المحفوظ الموقف ثم راوه من طريق الغوري عن ابن خيثم به 'ومن طريق ابن الفضل عن ابن خيثم بسنده مرفوعا بلفظا : لانكاح الا بولی وشاہدي عدل فان انکحها ولی مسخوطا علیه فنکحها باطل وعدي ضعيف انتہی

اور رحمۃ الامۃ میں ہے : ولاولایۃ للفاسق عند الشافعی واحمد وقال ابو حنیفه ومالک : الفسق لایمنع الولایۃ انتہی

اور اگر فاسق کی ولایت علی راي بعض الائمۃ تسلیم بھی کرلی جاوے تب بھی ولایت اس عورت کی باپ اس عورت کی باپ سے منتقل ہوجائے گی کیونکہ باپ اس عورت کا باعث فسق اپنے کے عاضل ہے یعنی مانع نکاح ثانی سے ہے اور اس کو برا سمجھتا ہے 'اور عورت کو ضرورت نکاح کرنے کی ہے' پس اس صورت میں اگر کوئی دوسرا اولی بعید بھی موجود نہ ہو۔ اگر موجود بھی ہو مگر وہ بھی اجازت نہیں دیتا تو اب وہ عورت ایک مرد دین دار کو اپنا ولی قرار دے کر یہ ولایت اس رجل صالح کے اپنا ولی قرار دے کر بہ ولایت اس رجل اپنا نکاح کرلے۔

ن عائشہ قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ایما امرآۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکحہا باطل 'فان اشتجروا فالسلطان ولی من لاولی لہا اخرجہ الاربعۃ الاالنسائی وصححہ ابو عوانۃ وابن جان والحاکم کذافی بلوغ المرام

وقال فی سبل السلام : قال ابن کثیر : وصححہ یحیی بن معین من الحفاظ والمراد بالاشتجار منع الاولیاء من العقد علیہا' وہذا ہو العضل وبہ تنتقل الی السلطان ان عضل الاقرب' قیل : لم تنتقل الی الابعد وا نتقالہا الی السلطان مبنی علی منع الاقرب والابعد وہو یحتمل ان السلطان ولی من لاولی لہا لعدمہ' او لمنعہ ومثلہا غیبہ الولی ثم المراد بالسلطان من الیہ الامر انتہی

اور موطا امام مالک میں ہے : عن سعید بن المسیب انہ قال : قال عمر بن الخطاب لا تنکح المراۃ الاباذن ولیہا اوذی المرائ او سلطان ۔ انتہی

وقال الزرقانی فی شرح الموطا : قال ابو عمر : اختلف اصحابنا فی قول عمر ھذا ، فقال بعضھم : کل واحد من ھولاء یجوز انکاحہ اذا اصاب وجہ النکاح من الکفور والصلاح ۔ وقال آخرون : علی الترتیب لا التخییر انتہی۔

اور مغنی المحتاج شرح المنہاج میں ہے : او عدم الولی والحاکم فولت مع خطابہا امرھا رجلا مجتہدًا لیزوجہا منہ صلح ۔ لانہ محکم والمحکم کالحاکم ۔ وکذا لو ولت عدلا صح علی المختار وان لم یکن مجتہدًا لشدۃ الحاجۃ الی ذلک قال فی المہات : ولا یختص ذلک بفقد الحاکم 'بل یجوز مع وجودہ سفرًا او حضرًا بناءً علی الصحیح فی مجاز التحکیم_ انتہی

اور بھر مغنی المحتاج : وکذا یزوج السلطان اذا عقل النسیب القریب وانما یحصل العضل من الولی اذا دعت بالغۃ عاقلۃ الی کفو 'وامتنع الولی من تزویجہ لانہ انما یجب علیہ تزوجہا من کفو_ انتہی

اور کشاف القناع میں ہے : فان عدم الولی مطلقًا ان لم یجد احد او عضل ولیہا ولم یوجد غیرہ زوجہا وسلطان فی ذلک المکان وکوالی البلد او کبیرہ او امیر القافلۃ ونحوہ لان لہ سلطۃ فان تعذر ذو سلطان فی ذلک المکان زوجہا عدل بادیتہا_ انتہی

اور شرح منتہی الارادات میں ہے : فان عدم الکل ای عصبۃ النسب والولاء والسلطان ونائبہ من المحل الذی بہ الحرۃ زوجہا ذو سلطان فی مکانہا۔ کعضل اولیائہا عدم امام ونائبہ فی مکانہ۔والعضل الامتناع من تزویجہا_ واشتراط الولی فی ہذہ الحال یمنع النکاح بالکلیۃ_ انتہی

اور رحمۃ الامہ میں ہے : فان کانت المراۃ فی موضع لیس فیہ حاکم ولا ولی فوجہان : احدہما تزوج نفسہا والثانی انہا تردامرہا الی رجل من المسلمین یزوجہا_ انتہی

اب رہا یہ امر کہ نکاح میں شہادت عورت کی جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک ودو عورت اس کے لیے کافی ہیں یا نہیں؟ پس شافعی وامام کے نزدیک شہادت عورتوں کی نکاح میں جائز نہیں ہے

کشاف القناع فی فقہ الحنابلہ میں ہے : الشرط الرابع الشھادۃ علی النکاح فلا ینعقد النکاح الا بشاہدین مسلمین عدلین ذکرین 'لما روی ابو عبیدۃ فی اموال عن الزہری انہ قال : مضت السنۃ ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود ولا فی النکاح ولا فی الطلاق_ انتہی

وتلخص حبیر میں ہے : حدیث الزہری "مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفتین من بعد ان لا تقبل شہادۃ النساء فی الحدود" روی عن مالک عن عقیل عن الزہری بہذا 'وزاد : ولا فی النکاح ولا فی الطلاق 'ولا یصلح عن مالک۔ورواہ ابو یوسف فی کتاب الخراج عن الحجاج عن الزہری بہ۔ومن ہذا الوجہ اخرجہ ابن شیبۃ عن حفص بن غیاث عن حجاج بہ_ انتہی

واخرج ابن ابی شیبہ : نا عیسی بن یونس عن الاوزاعی عن الزہری مضت السنہ بانہ یجوز شہادۃ النساء فیما لایطلع علیہ غیرہن_ ورواہ عبدالرزاق عن ابن جریج عن ابن شہاب قال : مضت السنۃ ان تجوز شہادۃ فیما لا یطلع علیہ غیرہن من ولادات النساء وعیوبہن_ انتہی

وہکذا فی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی' والدرایۃ للحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ۔

مگر یہ روایت زہری مرسل ہے 'قابل حجت نہیں۔ اور لفظ "ولا فی النکاح ولا فی الطلاق "کا من طریق مالک محفوظ نہیں ہے۔ اور حجاج بن ارطاۃ راوی مدلس ہے۔ بلکہ کتاب الخراج لابی یوسف القاضی ومصنف ابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق میں جملہ "ولا فی النکاح "کا نہیں ہے۔

واخرج الامام الشافعی فی مسندہ : اخبرنا الثقۃ عن ابن جریج عن عبدالرزاق بن القاسم عن ابیہ قال : کانت عائشۃ یخطب الیہا المراۃ من اہلہا فتشہد فاذا بقیت عقدۃ النکاح قالت لبعض اہلہا : زوج فان المراۃ لا تلی عقدۃ النکاح انتہی

اس روایت میں امام شافعی کے شیخ کا نام مذکور نہیں ہے۔ پس علی قاعدہ المحدثین سند اس کی صحیح نہیں ہوئی۔ اور قطع نظر حکم عام قرآن شریف کی تخصیص کے لیے حدیث صحیح مرفوع چاہیے، نہ اثر موقوف صحابہ

اورامام ابع حنیفہ کے نزدیک عورت کی شہادت نکاح میں جائز ہے۔ پس ایک مرد دو عورت کی گواہی نکاح میں درست ہوگی۔ اور یہ مسلک ازروئے دلیل کے قوی ہے: وقال الہ تبارک وتعالی: فاستشهدوا شهدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتان ممن ترضون من الشهداء"

اور صحیح بخاری وغیرہ میں ہے: عن ابی سعید قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیس شهادة المراة مثل نصف شهادة الرجل؟ قلت: بلی قال: فذلک من نقصان عقلها

پس آیت کریمہ وحدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ دو عورتوں کی شہادت قائم مقام ایک شہادت کے ہے۔ پس یہ حکم عام جمیع احکام شرعی میں جاری ہوگا۔ من غیر تخصیص فی فرد دون فرد۔ اور اس عام کی تخصیص کے لیے صریح سنت مرفوع چاہیے۔

اور وہ جو روایت مسند شافعی کی ہے: اخبرنا مالک عن ابن زبیر قال: اتی عمر رضی اللہ عنہ بنکاح لم یشهد علیہ الا رجل وامراة فقال: ہذا نکاح السر اجیزہ؟ انتهی

پس یہ انکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس سبب سے ہوا کہ اس نکاح کا گواہ صرف ایک مرد تھا اور ایک عورت تھی حالانکہ اگر ایک مرد موجود تھا تو پھر بجائے دوسرے مرد کے دو عورتوں کا ہونا تھا

اور ہدایہ میں ہے: ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين اور جل وامراتين ولا يشترط وصف الذكورة حتى ينقد بحضور رجل وامراتين وفيه خلاف الشافعي_ انتهى

پس حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اس عورت کا باپ بلاوجہ شرعی باعث فسق اپنے اس عورت کو نکاح سے روکتا ہے اور مانع از نکاح ہے۔ اور وہ عورت خواہشمند نکاح کرنے کی ہے، اور دوسرا ولی بعید بھی اس کا نہیں ہے' اور اگر ہے تو وہ بھی مانع از نکاح ہے تو اس صورت میں مطابق مذہب ائمہ کرام کے وہ عورت اپنے نکاح کا ولی بنا کر نکاح کرے۔ وہ نکاح صحیح ہوگا، اور بنا بر مذہب صحیح اور دلیل قوی کے دو عورت اور ایک مرد کی گواہی کافی ہوگی۔ مگر خروجاً عن الخلاف اگر دو مرد کو گواہ مقرر کرے تو بہتر ہے

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ص83

محدث فتویٰ